میوات
میں
تبلیغِ اسلام
کا
ابتدائی دور
مقالہ نگار
ڈاکٹر محمد ایوب قادری
مطبوعہ: ماہ نامہ فاران کراچی جولائی 1971ء

توصیف الحسن خان میواتی الہندی

(بھنگوہ-میوات-بھارت)

موبائل/وٹس ایپ:9813267552

توضیح

محققِ اعظم ڈاکٹر

محمد ایوب قادری

کا مقالہ:

"میوات میں تبلیغِ اسلام ابتدائی دور"

پیشِ خدمت ہے، یہ مقالہ دراصل ان کی بلند پایہ کتاب:

"تبلیغی جماعت کا تاریخی جائزہ"

کا ایک باب ہے، یہ ایک قابل مطالعہ کتاب ہے، دوستوں سے گزارش ہے کہ وہ اس کتاب کا مطالعہ ضرور کریں، اس کتاب کی پی ڈی ایف کاپی طلب کرنے پر فراہم کردی جائے گی، ہم اس کتاب پر ممتاز محقق وتبصرہ نگار جناب

ثناء الحق صدیقی

کا تبصرہ مقالہ کے آخر میں دے رہے ہیں، ملاحظہ فرمائیں.

توصیف الحسن میواتی الھندی

موبائل/وٹس ایپ 9813267552

محمد ایوب قادری (ایم۔اے)

میوات میں تبلیغِ اسلام کا ابتدائی دور

برصغیر پاک و ہند میں اسلام کی تبلیغ کا سہرا زیادہ تر مشائخ و صوفیہ کے سر ہے۔ انہوں نے اسلام کے اعلیٰ اخلاق کا نمونہ یہاں کے باسیوں کے سامنے پیش کیا اور بڑی تعداد میں یہاں کے باشندے داخل اسلام ہوئے۔ بادشاہوں کی سطوت و اقتدار کا بلا واسطہ تو اثر پڑا لیکن براہ راست انہوں نے اس سلسلے میں نہ لینے کے برابر دلچسپی لی۔ افسوس کہ برصغیر میں تبلیغ اسلام کی کوئی مکمل و مستند تاریخ مرتب نہیں ہوئی۔ سرسید احمد خاں کی تحریک پر ٹی۔ ڈبلو۔ آرنلڈ نے ایک کتاب "پریچنگ آف اسلام" لکھی جو دنیا کے حالات پر مشتمل ہے۔ جس میں دس بارہ صفحہ برصغیر سے بھی متعلق ہیں۔ ہم نے اس مضمون میں میوات میں تبلیغ اسلام کے ابتدائی دور کا جائزہ لیا ہے۔

علاقہ میوات کے حدود یہ ہیں شمال میں دہلی اور پلول، جنوب میں ڈوتی، مشرق میں بھرت پور، دریائے جمنا اور برج کا دیس، مغرب میں کوٹ قاسم اور ریواڑی۔ میوات کی لمبائی تقریباً سو میل اور چوڑائی تقریباً ستر میل ہے۔ اب تقریباً پچاس سال پہلے اس علاقے میں میواتیوں کی آبادی کم و بیش بارہ لاکھ تھی۔ بیماری اور قحط کی وجہ سے مختلف اوقات میں میواتیوں نے اس علاقے سے نقل مکانی کر کے دوسرے علاقوں میں بھی اپنی بستیاں بسائیں۔ قیام پاکستان کے بعد بہت سے میواتی ہجرت کر کے پاکستان چلے آئے۔

میواتی زیادہ تر زراعت پیشہ ہیں۔ مگر جنگ یورپ اول ۱۸-۱۹۱۴ء اور دوم ۴۵-۱۹۳۹ء میں بہت سے میواتی فوج میں بھی بھرتی ہوئے بلحاظ حکومت علاقہ میوات مندرجہ ذیل حصوں میں تقسیم رہا۔

۱۔ **ریاست الور** ۔ اس میں اکثر حصہ میوات کا ہے۔ بڑے بڑے قصبات یہ ہیں۔

الور، تجارہ، رام گڑھ، کشن گڑھ، کٹھومر، منڈاور، گوبن گڑھ، راج گڑھ، ہٹو کرہ، کھیرتل

۲۔ **ریاست بھرت پور** ۔ یہ جاٹوں کی ریاست تھی۔ میوات کے خاص قصبات یہ ہیں۔

ڈیگ، کاما، گوپال گڑھ، جرہڑا، کمبیر، سیکری، گلپاڑہ وغیرہ

۳۔ **ضلع گوڑگانوہ** ۔ جس میں زیادہ تر علاقہ فیروز پور اور نوح کی تحصیل ہے۔ بڑے بڑے قصبے یہ ہیں۔ فیروز پور، پونا ہانہ، پنگون، نگینہ، تاوڑو، سہنہ، بچھور

میواتی قوم۔ تومر، جادو، چوہان، پنوار، کچھواہہ، راٹھور اور بڑگوجر راجپوتوں سے عبارت ہے جن کی شاخ در شاخ "پال" اور "گوت" میں تقسیم ہوتی ہیں۔

راجپوتوں کے مختلف قبائل اور خاندان مختلف اوقات میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ظاہر ہے کہ ان میں کچھ میواتی بھی ہوں گے۔ بہر حال صوفیہ کی مقدس جماعت کے فیوض و برکات سے میوات کی آبادی بھی مستفیض ہوئی اس ضمن میں حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ اور ان کے سلسلہ کے مشائخ کی کوششوں کو سب سے زیادہ دخل ہے، شیخ جمالی کہتے ہیں[1]

بیشترے کفار نامدار ازاں دیار بہ برکت آثار زبدۃ الابرار بہ تشریف ایمان مشرف شدند۔

اس علاقے کے بہت سے مشہور کفار زبدۃ الابرار (خواجہ بزرگ) کی برکت سے ایمان سے مشرف ہوئے۔

چشتی سلسلے کے دوسرے بزرگ صوفی حمید الدین ناگوری (۶۷۳ھ / ۱۲۷۴ء)، خواجہ حسین ناگوری (۹۰۱ھ / ۱۴۹۵-۹۶ء)، شیخ احمد محمد شیبانی نارنولی (ف ۹۲۷ھ / ۱۵۲۱ء)، خواجہ خانو گوالیاری (ف ۱۹۴۰ھ) وغیرہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں[2]۔ جن کی تبلیغی کوششوں سے میواتی داخل اسلام ہوئے ہوں گے۔ میوات میں تبلیغ اسلام کے سلسلے میں حسین خنگ سوار کا نام بھی قابل ذکر ہے۔ تاریخ میوات کے مولف لکھتے ہیں:

"میوات میں ابتدا حضرت میراں صاحب سید حسین خنگ سوار نے اسلام کی اشاعت کی۔ تومر نسل کے تمام فرقے جو گوت اور پال کے نام سے مشہور ہیں۔ اسی زمانے میں مسلمان ہوئے۔"

حسین خنگ سوار قطب الدین ایبک کے عہد میں داروغۂ شہر تھے۔ ان کے تعاون سے خواجہ بزرگؒ کے تبلیغی کام کو بہت کامیابی ہوئی۔ مؤلف تاریخ فرشتہ لکھتا ہے[3]

"سلطان قطب الدین ایبک او (حسین خنگ سوار) را داروغۂ آں بلدہ ساختہ بود، قدوم شیخ را با عزاز و اکرام تلقی فرمود و چوں از علم تصوف و اصطلاحات صوفیہ بہرۂ تمام داشت صحبت خواجہ را نعمت شگرف دانستہ اکثر اوقات بمجلس شریف حاضر می شد و بسیارے از کفار بہ برکت انفاس آں پیر طریقت بشرف ایمان مشرف گشتند و آنانکہ ایمان نیاوردند محبت خواجہ را در دل جائے دادہ پیوستہ فتوح بے حد و عد بحضرت او می فرستادند"

سلطان قطب الدین ایبک نے (حسین خنگ سوار) کو اس شہر (اجمیر) کا داروغہ مقرر کیا۔ شیخ (خواجہ بزرگ) کے آنے پر انہوں نے نہایت اعزاز و اکرام سے ملاقات کی چونکہ وہ علم تصوف اور صوفیہ کی اصطلاحات سے بہرہ کامل رکھتے تھے۔ لہذا خواجہ صاحب کی صحبت کو بڑی نعمت سمجھتے۔ وہ اکثر (خواجہ صاحب کی) مجلس میں حاضر ہوتے اور اس پیر طریقت (خواجہ بزرگ) کی برکت سے بہت سے کفار ایمان سے مشرف ہوئے اور جو لوگ کہ

---

[1] سیر العارفین از حامد بن فضل اللہ (مطبع رضوی) ص ۱۳۔ [2] ان بزرگوں کے حالات کے لئے دیکھئے اخبار الاخیار از شیخ عبد الحق دہلوی (مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند) ص ۳۵، ۱۱۸، ۱۹۰، ۲۳۶ نیز سلطان التارکین مرتبہ احسان الحق فاروقی (کراچی ۱۹۶۳ء) ص ۳۷۶ - ۳۸۸

ایمان نہیں لائے انہوں نے بھی خواجہ کی محبت کو اپنے
دل میں جگہ دی اور وہ بہت زیادہ فتوحات ان کی
خدمت میں بھیجتے تھے۔

ایک موقعہ پر کفار نے حسین خنگ سوار پر حملہ کیا اور شہید کر دیا۔ خواجہ بزرگؒ نے نماز جنازہ پڑھائی ان کا مزار گنج شہیداں کے پاس تارا گڑھ کی پہاڑی پر واقع ہے [۱]

شیخ نصیر الدین چراغ دہلیؒ (ف ۷۵۷ھ ۵۶-۱۳۵۶ء) کے ایک خلیفہ شیخ موسیٰؒ تھے جو میوات میں پہونچے اور انہوں نے وہاں تبلیغ و تذکیر کا کام انجام دیا ان کا مزار پلہ تحصیل نوح میں ہے۔ ۲۷ رجمادی الاول کو بڑا زبردست میلہ ہوتا ہے جس میں میوات کے عوام الناس مرد و عورت بکثرت شریک ہوتے ہیں [۲]

میواتیوں کو شاہ بدیع الدین مدار مکنپوری سے بھی بہت عقیدت و ارادت ہے وہ ان کے نام کے جھنڈے کھڑے کرتے ہیں اور ان کے عرس میں بڑی تعداد میں شریک ہوتے ہیں معلوم ایسا ہوتا ہے کہ شاہ مدار اور ان کے سلسلے کے فقرا نے میواتیوں میں کام کیا ہے۔ شاہ مدار شیخ محمد طیفوری بسطامی کے مرید بتائے جاتے ہیں وہ سلاطین شرقیہ کے زمانے میں قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے ہم عصر تھے [۳] شاہ مدار کے خلفاء اور مداریہ فقرا کا سلسلہ ملک میں خاصا پھیلا ہوا تھا۔ مداریہ سلسلے کے ایک بزرگ شاہ عبدالغفور عرف بابا کپور تھے شاہ کپور کا گوالیار میں قیام رہا اور وہیں ۹۷۹ھ میں انتقال ہوا۔ مولف تذکرۃ المتقین لکھتے ہیں۔

"مدتے رسم تلقین و ارشاد جاری داشتہ در گوالیار آسودہ خانقاہش نورٌ علیٰ نور، بعمارت عالی پختہ سنگی اساس بنا یافتہ، آستانہ او زیارت گاہ خلائق است" [۴]

ایک زمانے تک تلقین و ارشاد کی رسم جاری رکھی گوالیار میں دفن ہوئے ان کی خانقاہ نورٌ علیٰ نور ہے پختہ عالی عمارت پتھر کی بنی ہوئی ہے ان کا آستانہ زیارت گاہ خلائق ہے۔

بابا کپور کی توجہ و ارشاد سے بابا گوپال معہ اپنے چیلوں کے داخل اسلام ہوئے اور انہیں خرقہ خلافت ملا۔ مؤلف تذکرۃ المتقین لکھتے ہیں [۵]

"بابا گوپال یکے از امرائے ہند بود . . . چوں از بابا صاحب

بابا گوپال ہندوستان کے سربرآوردہ شخص تھے۔ جب ان

---

[۱] ملاحظہ ہو تاریخ فرشتہ جلد دوم ص ۳۷۷ و معین الارواح از محمد خادم حسن زبیری (آگرہ ۱۹۵۳ء) ص ۱۸ م - ۲۱ م و احسن السیر از محمد اکبر جہاں شگفتہ (اجمیر ۱۲۹۳ھ) ص ۱۱۳ - ۱۱۶، علم و عمل (وقائع عبدالقادر خانی) جلد دوم مرتبہ محمد ایوب قادری (کراچی ۱۹۶۱ء) ص ۴۴م، ۱۰۸

[۲] تاریخ میوات از مولوی عبدالشکور (دہلی ۱۹۱۹ء) ص ۵۲ [۳] ملاحظہ ہو آئین اکبری (سرسید ایڈیشن) مطبوعہ دہلی ۱۲۷۲ھ حصہ دوم ص ۲۱۱ - ۲۱۲ و اخبار الاخیار ص ۱۷۰ [۴] تذکرۃ المتقین فی احوال خلفائے سید بدیع الدین از مولوی محمد امیر حسن مداری حصہ دوم (مطبع عزیزی کانپور ۱۳۲۳ھ) ص ۹۷ [۵] ایضاً ص ۹۵۔

(باباکپور) دوچار شد بقدمش در افتاد و داخل اسلام شدہ حضرت صلاحیتش را ملاحظہ فرمود، از کمال عنایت در آغوش عاطفت بگرفت واز نظر فیض اثر پیمانہ مرادش لبریز فرمود و رفقایش کہ چیلۂ وے بودند در تعلیم شاں بطریق اسلام ترمیم فرمودہ

کی باباصاحب (باباکپور) سے ملاقات ہوئی تو وہ ان کے قدموں پر گر پڑے اور اسلام قبول کرلیا۔ حضرت (بابا کپور) نے ان کی صلاحیت ملاحظہ کی اور بڑی مہربانی سے ان کو اپنی آغوش میں لیا اور اپنی نظر فیض اثر سے ان کی مراد کا پیمانہ بھر دیا اور ان (باباگوپال) کے ساتھیوں نے جو ان کے چیلے تھے اپنی تعلیم میں اسلام کے طریقے پر ترمیم کرلی (مسلمان ہوگئے)

مداری فقراء کی جماعتیں ملک میں بالالتزام دورہ کرتی تھیں۔ ان کی ایک باقاعدہ تنظیم تھی اور وہ ہتھیار وغیرہ بھی رکھتے تھے۔ بعض شواہد وقرائن کی روشنی میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ پسماندہ طبقوں میں خاص طور سے تہذیب وتبلیغ کے فرائض انجام دیتے تھے۔ شاہ مدار کے سالانہ عرس کے موقع پر ہر اس مقام سے جہاں ان کا مرکز یا شاخ ہوتی تھی۔ دو روزہ یا سہ روزہ اجتماع ہوتا تھا۔ علم اور جھنڈے کھڑے کئے جاتے تھے اور پھر پورا قافلہ مکن پور کو روانہ ہوتا تھا۔ اس سے شاید اپنے رعب وغلبہ کا اظہار بھی مقصود ہوتا تھا۔

یہ روایت کسی قدر آج بھی ہندوستان میں موجود ہے اور مختلف مقامات پر شاہ مدار کی بیرق اور علم کھڑے کئے جاتے ہیں

ابوالفضل لکھتا ہے[1]

کہ در مرز بوم ہندی بدو گرد و الا مایگی برگزارد۔۔۔۔ وہر سال روز فوتش ازدگرہا گروہ مردم از دور دست ہا رسند وہر یکے زنگارنگ علم باخود بردہ نیایشہا بجا آورد۔

سرزمین ہند کے چھوٹے بڑے ان کے گرویدہ ہوگئے اور ان کی تعظیم بجالائے۔۔۔۔ ان کے یوم وصال پر ہر سال لوگ گروہ در گروہ دور دور سے وہاں پہونچتے اور اپنے ساتھ رنگارنگ کے علم لاتے اور اظہار عقیدت کرتے۔

باباکپور کے خلفاء کے نوگروہ تھے[2] (۱) نوروزی (۲) سوختہ شاہی (۳) کمربستہ (۴) لعل شاہبازی (۵) گوپالی (۶) مکھاشاہی (۷) کلامی (۸) قادری (۹) کریم شاہی ———— اسی طرح دوسرے اکابر خلفا کے گروہ ہوں گے ——

تذکرۃ المتقین کے مولف لکھتے ہیں[3]

بعد از وفات حضرت قطب المدار حضرات خواجگان از مریدان وخلفائے خویش بعضے از ارجمنداں در ممالک ہندوستان بہ قریات وقصبات وشہرات مامور کردند تا خلق را از اوشاں نفع برسد وحیات وممات ایشاں بخیر بگزرد

حضرت قطب المدار کی وفات کے بعد حضرت خواجگان نے اپنے بعض سعادت مند خلفاء اور مریدوں کو ملک ہندوستان کے گانوؤں، قصبوں اور شہروں میں مامور کردیا تاکہ مخلوق کو ان سے فائدہ پہونچے اور ان کی زندگی وموت اچھی طرح

---

[1] آئین اکبری صـ۲۱۲ [2] تذکرۃ المتقین صـ۹۲-۹۷ [3] ایضاً صـ۱۰۱

پس این انتظام را بدین طریق نظم داده و علاوه اوشان چند کساں را بمنصبے مفتخر نموده حکم دوره دادند که متواتر نگران حال شاں باشند چنانچه زمانه بدین منوال بسر شد ونتیجه سعی ایشاں ترقی پذیرفت ۔

گزرے پس اس انتظام کو اس طرح جاری کیا اور ان کے علاوہ کچھ لوگوں کو منصب سے سرفراز فرمایا ۔ ان کو دورہ کرنے کا حکم دیا تاکہ ان کے حال کی متواتر نگرانی رکھیں چنانچہ ایک زمانہ اسی طرح گزرا اور ان کی کوشش کا نتیجہ اچھا رہا ۔

میواتیوں کی عقیدت سالار مسعود غازی (بہرائچ) سے بھی ہے وہ ان کے نام کے جھنڈے کھڑے کرتے ہیں ۔ خاص طریقے سے نیاز لاتے ہیں ؂ میلے میں شرکت کرتے ہیں ۔ خیال یہ ہے کہ یا تو خود سالار مسعود غازی نے میوات میں تبلیغ اسلام کی ہوگی یا پھر ان کی درگاہ کے مجاوروں یا فقیروں کے ذریعہ میواتیوں کا تعلق ان کی درگاہ سے ہوا ہوگا ۔ افسوس کہ سالار مسعود غازی کے حالات کے سلسلے میں تاریخ خاموش ہے ۔

غرض میواتیوں کو خواجہ معین الدینؒ، شاہ مدارؒ اور سالار مسعود غازیؒ وغیرہ سے ایک خاص تعلق ہے اس سلسلے میں شاہ غوث علی پانی پتی (ف ۱۸۸۱ء) ایک دلچسپ واقعہ نقل فرماتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ میواتیوں کو ان بزرگوں سے گہری مذہبی جذباتی وابستگی ہے ۔ شاہ غوث علی نے ایک روز ارشاد فرمایا ؂

"لکھنؤ کے سنی اور شیعوں میں ایک دفعہ باہم جنگ ہوئی تماشائیوں کا ہجوم ہو گیا ایک جانب میواتیوں کا گروہ بھی کھڑا تھا ۔ پوچھا یہ کون لڑتے ہیں ۔ کوئی شخص بولا کہ میاں لڑائی اس بات پر ہے کہ شیعہ چار یار کو گالیاں دیتے ہیں ۔ میواتیوں نے تعجب سے کہا کہ چار یار کون ہیں اس نے کہا یہی تو ہیں (۱) معین الدین (۲) سالار (۳) مدار (۴) جوکھا پیر ۔ یہ بات سن کر ان کو تاب نہ رہی کہ ہمارے پیروں کو برا کہتے ہیں تو ہماری زندگی کس کام آوے گی ۔ لٹھ لے کر پل پڑے اور گروہ شیعہ کو بھگا دیا"

فاران :- صوفیا اکرام کی تبلیغی خدمات اپنی جگہ مسلّم ہیں، مگر عجمی تصوف کے سہارے ہندوستان میں جہاں جہاں تبلیغ ہوئی ہے، وہاں "بدعات" بھی معاشرے میں گھل مل گئی ہیں، مثلاً جو مسلمان مدار صاحب کی چھڑیوں کی نمائش کرتے قبروں پر میلے لگاتے اور بزرگانِ دین کے ناموں کے جھنڈے اپنے مکانوں پر نصب کرتے ہیں، وہ ان بزرگوں کو استغاثہ واستمداد کے لئے نام لے کر پکارتے بھی ہیں، یہ مشرکانہ عقائد ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی پرچھائیں سے بھی مسلمانوں کو محفوظ رکھے (آمین)

؂ تاریخ میوات صـ ۵۳

؂ تذکرہ غوثیہ مرتبہ گل حسن قادری (اللہ والے کی قومی دکان لاہور) صـ ۳۸۱

جولائی ۱۹۷۱ء

ماہنامہ فاران کراچی

جلد:- ۲۳ شمارہ :- ۴

ایڈیٹر:- ماہر القادری

ترتیب :-

سالانہ چندہ : ۷ روپے ـــــ پبلشر :- ماہر القادری ـــــ قیمت فی پرچہ :- ۶۲ پیسے

دفتر ماہنامہ فاران ای ۲/۱۷ ناظم آباد ۲ کراچی ۱۸

باہتمام مستفیض احمد صدیقی - پبلشر ماہر القادری نے انٹرنیشنل پریس میں چھپوا کر دفتر ماہنامہ فاران ای ۲/۱۷ ناظم آباد ۲ کراچی ۱۸ سے شائع کیا

تبصرہ
بر
تبلیغی جماعت کا تاریخی جائزہ
از
ثناء الحق صدیقی

محمد ایوب قادری

مکتبہ معاویہ
11/6 بی ون ایریا، لیاقت آباد، کراچی ۱۹

لائق مؤلف نے قرآن کریم کی کئی آیتیں پیش کرکے بتایا ہے کہ اقتدار اعلیٰ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے سزاوار ہے اور اس معاملے میں کوئی اس کا سہیم وشریک نہیں۔ اس کے ثبوت میں انھوں نے پہلی آیت یہ دی ہے: "فسبحٰن الذی....." (وہ ذات پاک جس کے زیر اقتدار تمام چیزیں ہیں) اس کے بعد اور کئی آیتیں لکھ کر آخر میں نہایت فیصلہ کن انداز میں لکھ دیا ہے: "غرضکہ قرآن یہ بتاتا ہے کہ اقتدار اعلیٰ صرف اللہ کو حاصل ہے اس کی حاکمیت مطلق، لامحدود، ناقابل انتقال، ناقابل تقسیم، لازوال اور جامع ہے۔"

پوری بحث اور تمام استدلال کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ مختلف نظریات پیش کرنے کے بعد سب پر اسلامی نقطۂ نظر کو ترجیح دی گئی ہے، اور ایک مسلمان کے قلم سے نکلی ہوئی تحریر کی یہی خصوصیت اور شان ہونی چاہیے۔

بحیثیت مجموعی کتاب نہایت عمدہ ہے اور بی اے اور ایم اے کے طلباء کے لئے ٹیکسٹ بک کے طور پر استعمال کی جاسکتی ہے۔ طلباء اس سے پوری طرح مستفید ہوسکتے ہیں۔ اور عام قاری بھی اس سے مساوی طور پر فائدہ حاصل کرسکتے ہیں۔ آخر میں جو سوالات دیئے گئے ہیں انھوں نے کتاب کی افادیت کو اور بھی بڑھا دیا ہے۔

کتابت، طباعت اور گیٹ اپ نہایت دیدہ زیب ہیں اور قیمت نہایت مناسب ہے۔

تبلیغی جماعت کا تاریخی جائزہ

مؤلفہ محمد ایوب قادری۔ ناشر مکتبہ معاویہ ۱۱/۱۱ بی۔ ون ایریا لیاقت آباد کراچی ۱۹۔ سائز ۱۸×۲۲ ضخامت ۲۰۴ صفحات قیمت ۳ روپے مجلد ۶ روپے۔

تبلیغ ہر مسلمان کا دینی فریضہ ہے۔ برصغیر میں اس فریضہ کی ادائیگی بیشتر اولیاء اللہ نے کی۔ موجودہ صدی میں یہ کام حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی اور ان کے لائق صاحبزادے حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی نے انجام دیا۔ اور اب اس مشن کو نہ صرف برصغیر میں بلکہ بیرونی ممالک میں تبلیغی جماعت پورا کررہی ہے۔ ویسے تو اس جماعت نے اپنے کام کو بڑی حد تک عالمگیر بنا دیا ہے لیکن ان مردان خدا کا اصل کارنامہ میوات میں انجام پایا۔ میواتی جیسی ان پڑھ، روایت پرست اور توہم پرست قوم کو جو مدت مدید سے "انا وجدنا آباءنا" کے اصول پر کاربند چلی آتی تھی اور مسلمان کہلانے کے باوجود اسلام سے بیگانہ اور شعائر اسلام سے قطعاً نا آشنا تھی سچا اور پکا مسلمان بنا دیا۔ اور اس قوم میں ایسے ایسے دیندار لوگ پیدا ہوئے جو ان مسلمانوں کے لئے بھی قابل رشک ٹھیرے جو بزعم خویش صدیوں سے اسلامی اصولوں پر کاربند چلے آتے ہیں۔

تبلیغی جماعت کی اس عظیم الشان کامیابی کو دیکھ کر ہر شخص اس سوچ میں پڑ جاتا ہے کہ اس جماعت کی ابتداء کیسے ہوئی، اور وہ کن کن مدارج ومراحل سے گذر کر موجودہ شکل میں آئی۔ اگرچہ اس تجسس کی بڑی حد تک تسکین دو گرانقدر تصانیف یعنی سوانح حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی (سید محمد ثانی) اور حضرت مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت

(مولانا ابوالحسن علی ندوی) سے ہو جاتی ہے۔ پھر بھی عام آدمی کے لئے ایک ایسی مختصر کتاب کی ضرورت باقی رہتی تھی جو عام فہم انداز میں لکھی گئی ہو اور تبلیغی جماعت کی تاریخ اور اس کی پوری کوششوں پر حاوی ہو۔ اس ضرورت کو زیر تبصرہ کتاب نے بڑی حد تک پورا کر دیا ہے۔

کتاب ہذا کے مؤلف ایوب قادری صاحب جو ترجمہ، ترتیب اور تالیف کی شکل میں متعدد کتابیں اردو داں طبقہ کو دے چکے ہیں اس موضوع سے متعلق بھی "مرقع یوسفی" کے نام سے ایک کتاب مرتب کر چکے ہیں۔ مگر وہ کتاب جماعت کی تاریخ سے ہٹ کر امیر جماعت حضرت مولانا یوسف کاندھلوی کے مواعظ اور ارشادات سے متعلق تھی اس لئے انھوں نے اب یہ دوسری کتاب تبلیغی جماعت کا تاریخی جائزہ کے نام سے لکھی ہے اور بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ موضوع کا حق ادا کر دیا ہے۔

ایک مختصر سی کتاب میں مسلمانوں کی ہندوستان میں آمد سے لگا کر اس وقت تک کی پوری تاریخ کو سمیٹ دیا گیا ہے۔ پہلے تاریخی پس منظر پیش کیا گیا ہے۔ پھر میوات میں اسلام کے داخلہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ تمام حصہ اتنا جامع اور معلومات افزا ہے کہ اس کے لئے صرف "خوب" کہہ دینا کافی نہیں۔ ان مباحث کے بعد میوات میں مسلم حکومت کے استحکام، وہاں کے دینی انحطاط اور اس علاقہ میں علماء کی تبلیغی کوششوں اور عیسائیت اور آریہ سماج کی تحریکوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ پھر اصل موضوع سے متعلق بحث شروع ہوئی ہے۔ اور اس میں بتایا گیا ہے کہ کس طرح حضرت مولانا محمد الیاس کے والد مولوی محمد اسمٰعیل کاندھلوی کا میوات سے تعلق قائم ہوا۔ اور کیسے حضرت مولانا محمد الیاسؒ اور ان کے صاحبزادے مولانا محمد یوسف نے اس علاقہ میں تبلیغی سلسلہ کو جاری کر کے اس قدر وسعت دی کہ آج یہ ایک عالمگیر تحریک بن گئی ہے۔ آخری حصہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ اب یہ جماعت کس خلوص اور تندہی سے کام کر رہی ہے۔ اتنی چھوٹی سی کتاب میں اتنے مباحث کا جمع کر دینا بذات خود ایک کمال ہے۔ اس پر یہ چیز اور بھی حیرت خیز بن جاتی ہے کہ کسی بحث کا کوئی گوشہ بھی تشنہ نظر نہیں آتا۔ اس کو ایجاز نہیں بلکہ اعجاز سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

پوری کتاب دلچسپ اور معلومات افزا ہے اور اس موضوع پر ایک گرانقدر تالیف سمجھی جا سکتی ہے کتابت آفسٹ میں ہے اور کاغذ سفید استعمال کیا گیا ہے۔ طباعت بھی اچھی ہے۔

تاریخ تعلیم

مؤلف۔ پروفیسر ظفر حسین خاں۔ ناشر۔ مکتبہ فریدی۔ اردو کالج۔ کراچی ۱۲ سائز ۱۸×۲۲/۸ ضخامت ۳۶۸ صفحات۔ قیمت۔ سات روپے پچاس پیسے۔

یہ کتاب خصوصیت سے ٹریننگ کالج کے طلباء کے لئے لکھی گئی ہے۔ اور اس میں مجوزہ نصاب کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ عام روش کے مطابق شروعات یونان قدیم سے کی گئی ہے اور پہلے یونان کی دو ریاستوں اسپارٹا اور ایتھنز کے طریقۂ تعلیم پر بحث کر کے پھر سقراط، افلاطون اور ارسطو کے نظریات اور طریقوں پر روشنی ڈالی گئی ہے اس کے

حرفے چند

میوقوم اورعلاقۂ میوات کی تاریخ وتہذیب ، شخصیات وتحریکات ، زبان ولسانیات اور شعروادب کے بارے میں اہم ، نادرونایاب اوراہم کتابوں ، کتابچوں ، پمفلٹوں ، رسائل وجرائد کے شماروں اور مضامین کو *پی ڈی ایف* کے ذریعہ سے محفوظ اورعام کرنے کے لیے میوقوم کے دونامور محقق ، ادیب وصحافی :

ڈاکٹر مفتی محمد مشتاق تجاروی (دہلی) ،

جناب شبّیراحمد خان میواتی (لاہور)

کی سرپرستی اورنگرانی میں جہد ومساعی کاآغاز کررہے ہیں ،

دوستوں سے گزارش ہے کہ دل چسپی لیں
اور تعاون فرمائیں، ان کے پاس یا ان کے علم
میں کسی بھی نوع کی کتابوں حتیٰ کہ کوئی
خبر، اشتہار، دعوت نامہ، خط، تصویر یا کوئی
دستاویز، مطبوعہ یا غیر مطبوعہ، جو کچھ بھی
ہو، ازراہِ کرم ہمیں فراہم کریں تاکہ اسے
محفوظ کر کے دست بردِ زمانہ سے بچایا جا سکے اور
اہلِ علم و تحقیق کی اس مواد و لوازمہ تک
رسائی بالکل آسان ہو سکے۔ ہم آپ کے تعاون
کے دل سے شکر گزار ہوں گے۔ واضح ہو کہ

اس سلسلہ کی کاوشیں:

(1)ڈاکٹر مفتی محمد مشتاق تجاروی کے مقالہ:

"بابائے اردو مولوی عبدالحق اور میوات"

(2)منشی محمد مخدوم تھانوی کی نادرونایاب کتاب:

"مُرقعِ اَلوَر"

(3)ڈاکٹر مفتی محمد مشتاق تجاروی کے مقالہ:

"مورخ ملت مولانا سید محمد میاں اور میوات"

کو پی ڈی ایف کی صورت میں عام کردیا گیا ہے، جبکہ چوتھی کاوش، ڈاکٹر محمد ایوب قادری کے مقالہ

"میوات میں تبلیغِ اسلام کا ابتدائی دور

کی پی ڈی ایف

آپ کے زیرِ نظر ہے، آپ ہمارے لیے دعا فرمائیں کہ اللّٰہ ہمیں مزید توفیقات سے نوازے، آمین۔

(توصیف الحسن میواتی الہندی)